منکرینِ حدیث کی ایک تنقید کا محققانہ جواب

(از جناب مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری شیخ الحدیث)

(۱) ایک کتاب "تاریخ اسلام"[1] مولوی معین الدین احمد صاحب نے لکھی ہے اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اس پر ریویو کیا ہے۔ یہ کتاب دار المصنفین اعظم گڑھ سے طبع ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے رسول اللہؐ نے محمد بن مسلمہ کو مقرر کیا اُس نے دھوکا دے کر اس کو قتل کر دیا۔ اس پر رسالہ "طلوعِ اسلام" دہلی نے سخت تنقید کی ہے۔ یہاں تک لکھ دیا ہے کہ یہ بالکل جھوٹی اور مکروہ روایت ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اخبار "اہلحدیث" میں اس روایت کو بحوالہ بخاری پڑھا ہے۔ آپ اس واقعہ کو صحیح طور پر لکھدیں کہ کس طرح ہے آیا تاریخ میں ہے یا کسی حدیث کی کتاب میں اور ایسا فعل جائز ہے؟

(۲) سلام بن ابی الحقیق کو خیبر میں عبد اللہ انصاری نے رسول اللہ کے ایماء پر قتل کیا۔ کیا یہ قتل جائز تھا کیونکہ حالتِ امن میں ہوا یا حالتِ جنگ میں ہوا۔ ان دونوں روایتوں پر طلوع اسلام دہلی نے سخت اعتراض کیا ہے کیونکہ اس کی نظر میں یہ دونوں اوپر والے واقعات جھوٹے ہیں۔

عبارت "طلوعِ اسلام" جلد ۳ شمارہ ۲ ذو الحجہ ۵۸ھ مطابق فروری سنہ ۴۰ء

خلفاءِ بنی امیہ و بنی عباسیہ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی وہ اپنے دشمنوں کو مخفی تدبیروں سے قتل کرا دیا کرتے تھے اور اس کو اپنی بساطِ سیاست کی ایک اچھی چال سمجھتے تھے اس وجہ سے اُن کے حامیوں اور حاشیہ نشینوں نے ایسی روایتیں بنائیں کہ اس قسم کے قتل کو رسالت مآب کا فعل ثابت کر دیں تاکہ ان سلاطین کو اپنی کارروائیوں کے جواز کی سند مل جائے۔ اس کتاب میں یہ روایتیں درج ہیں صفحہ ۱۴۲ پر کعب بن اشرف کے متعلق لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی خدمت محمد بن مسلمہ کے سپرد کی جنھوں نے اُس کے گھر جا کر بلطائف الحیل اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر صفحہ ۱۵۴ میں سلام بن ابی الحقیق کی بابت لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے ایماء سے ایک انصاری عبد اللہ نے خیبر میں جا کر اُس کو قتل کر دیا۔ ان مکذوب اور مکروہ روایات کی بنا پر رحمۃ للعلمین پر خفیہ قتل کرانے کا الزام

[1] "طلوعِ اسلام" دہلی کی اشاعت کے زمانے میں یہ سوال آیا تھا اُسی وقت اس کا جواب سائل کو بھیجدیا گیا تھا۔ اب عام ناظرِ محدث کے افادہ کے لئے سوال مع جواب کے شائع کیا جا رہا ہے۔

وہی شخص رکھے گا جو تنقیدی عقل سے عاری اور راویوں کی دسیسہ کاری اور مقام نبوت سے قطعاً ناآشنا ہو۔"

جواب

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اصل واقعات معتبر کتابوں کی روشنی میں کچھ تفصیل سے لکھدوں تاکہ نفس واقعہ جو صحیح طور پر ثابت ہے آپ کے سامنے آجائے پھر تنقید نگار کی تنقید سے بحث کرونگا۔

وباللہ التوفیق

واقعہ قتل کعب بن الاشرف ربیع الاول ۳ھ

جو جستہ جستہ صحیح بخاری و صحیح مسلم و فتح الباری وطبقات ابن سعد مطبوعہ لیدن و سیرۃ حلبیہ و سیرۃ ابن ہشام و تاریخ الخمیس و ابوداؤد و ترمذی و دیگر کتب سیر و مغازی میں مذکور ہے۔

کعب بن اشرف یہودی شاعر کا باپ اشرف قبیلۂ طے سے تھا قتل کا ارتکاب کر کے انتقام کے ڈر سے مدینہ چلا آیا اور بنو نضیر کا حلیف ہو کر اس قدر عزت اور رسوخ پیدا کیا کہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق مقتدائے یہود کی لڑکی عقیلہ سے شادی کی اس کے بطن سے کعب مذکور پیدا ہوا۔ اس دوطرفہ رشتہ داری کی وجہ سے کعب یہود اور عرب سے برابر کا تعلق رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ مالداری کی وجہ سے عرب کے تمام یہودیوں کا رئیس بن گیا یہودی علماء اور مذہبی پیشواؤں کے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے اور بنو قریظہ اور بنو قینقاع و بنو نضیر کے یہودی علماء اس سے اپنی تنخواہیں لینے آئے تو اُن لوگوں سے اُس نے آنحضرت کے متعلق رائے دریافت کی۔ ان لوگوں نے کہا یہی وہ نبی آخر الزماں ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے اور جس کی بشارت توریت اور انجیل میں دی گئی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں نبی منتظر کے جو نشانات اور علامات و اوصاف بتائے گئے ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ کعب نے ان کے وظیفے دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے ذمہ اور بھی بہت سے حقوق ہیں۔ اب یہ یہودی علماء چونکے۔ کعب کے پاس گئے اور کہا کہ ہم نے جواب دینے میں عجلت سے کام لیا۔ ہم کو غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ توریت و انجیل کی مراجعت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں کعب نے ان کو اپنا ہمخیال پا کر ان کی مقررہ تنخواہیں جاری کر دیں۔ اس کو اسلام سے سخت بغض و عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں عظماء مکہ اور سرداران قریش مارے گئے اور زید بن حارثہ و عبداللہ بن رواحہ مژدۂ فتح لے کر مدینہ آئے اور مقتولین بدر کے نام لے لے کر گنانے لگے تو یہ ان کی تکذیب کرتا اور کہتا کہ اگر صنادید قریش مار ڈالے گئے ہیں تو اب زندہ رہنا بے کار ہے زندگی سے بہتر موت ہے پھر جب اس کو

اُن کے مارے جانے کا یقین ہوگیا تو باوجود معاہد ہونے کے تعزیت کے لئے مکہ گیا اور کشتگان بدر کے پر درد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی اور کافروں کی تعریف اور عام مسلمانوں کی ہجو لوگوں کو جمع کرکے نہایت درد سے پڑھتا اور روتا اور رُلاتا۔ مدینہ واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں برملا اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرت اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کیا اور ان اشعار میں مسلمان خواتین کی عزت وناموس پر ناپاک حملے کئے۔ اپنی شاعری کے ذریعے تمام مکہ اور عرب قبائل میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مکہ میں ستر یا چالیس یہودیوں کو لے گیا تاکہ آنحضرت کے خلاف قریش مکہ سے معاہدہ کرے۔ چنانچہ وہاں ابوسفیان سے ملا۔ اور اپنی غرض بیان کی ابوسفیان نے کہا تمہارا کیا اعتبار تم اہل کتاب ہو اور محمد بھی (بخیال خویش) اہلِ کتاب ہے ممکن ہے یہ تمہاری سازش ہو۔ پس جبتک تم ہمارے ان بتوں کو سجدہ نہ کرلو۔ ہم کو اطمینان نہیں ہوگا اور ہم تمہارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف معاہدہ نہیں کریں گے۔ ان یہودیوں نے اُن کے بتوں کو سجدہ بھی کرلیا اور اپنی طرف سے ہر طرح ان کو اطمینان دلایا پھر کعب ابوسفیان کو حرم میں لے گیا سب نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر معاہدہ کیا کہ ہم ضرور بدر کا انتقام لینگے۔ اس پر بھی کعب نے اکتفا نہ کیا بلکہ قصد کیا کہ چپکے اور دھوکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرادے فتح الباری میں ہے کہ کعب نے آنحضرت کو دعوت میں بلایا اور یہودیوں کو متعین کردیا کہ جب آپ تشریف لائیں تو دھوکے سے آپ کو قتل کردیں۔ آپ دعوت میں تشریف لے گئے۔ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت کو اس کی نیت بد سے مطلع کردیا اور آپ کو اپنے پروں سے چھپا لیا۔ آپ مدینہ واپس تشریف لائے اور کسی کو آپ کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔ فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپ نے بعض صحابہ سے شکایت کی اور فرمایا کہ کون شخص کعب کو قتل کرنے کا شرف حاصل کریگا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بے حد ایذائیں پہنچائیں۔ نقض عہد کرکے مشرکوں کی مدد کی اور کھلم کھلا ہماری ہجو کررہا ہے۔ اس کی شرارتیں حد سے متجاوز ہوچکی ہیں۔ محمد بن مسلمہ انصاری نے عرض کیا میں تعمیل حکم کو حاضر ہوں۔ وہ میرا ماموں ہے میں اُس کا سر قلم کرونگا۔ آپ نے فرمایا سعد بن معاذ رئیس اوس سے مشورہ کرلو۔ بعد مشورہ جاتے وقت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا۔ ائذن ان اقول شیئا قال قل یعنی اجازت دیجیے کہ لپنے اور آپ کے متعلق مصلحت وقت کے مطابق اس کے سامنے کچھ تعریضی[1] کلمے کہوں

[1] تعریض ایسے کلمے کو کہتے ہیں جس کا اصل معنی درست اور صحیح ہو اور محل اعتراض وشک نہ ہو لیکن مخاطب کا ذہن اُدھر نہ جائے بلکہ کچھ اور سمجھے اور یہ شرعاً جائز ہے۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے کسی صاحب حق کا حق نہ مارا جائے ۱۲

آپ نے اجازت دے دی۔ محمد بن مسلمہ کے ساتھ چار آدمی اور ہوگئے جن میں ایک کعب کے رضاعی بھائی ابونائلہ بھی تھے۔ یہ جماعت کعب کے یہاں پہنچی۔ محمد بن مسلمہ نے کعب سے کہا اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَقَدْ عَنَّانَا و فی طبقات ابن سعد اِنَّ قُدُوْمَ هٰذَا الرَّجُلِ كَانَ عَلَيْنَا مِنَ الْبَلَاءِ حَارَبَتْنَا الْعَرَبُ وَرَمَتْنَا عَنْ قَوْسٍ وَاحِدَةٍ اِن جائز اور غیر قبیح نعر یعنی کلمات کا اصل مطلب یہ ہے کہ آپ نے شریعت کے آداب و قواعد کی تعلیم کے بوجھ سے ہم کو مشقت و تکلیف میں ڈالدیا۔ لیکن یہ تکلیف و صعوبت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے اسلئے اگرچہ ظاہر میں زحمت ہے لیکن باطن میں رحمت ہونے کی وجہ سے ہم کو محبوب اور عزیز ہے۔ محمد بن مسلمہ نے یہ بھی کہا کہ محمدؐ ہم سے زکوٰۃ مانگتے ہیں (مصارف میں تقسیم کرنے کے لئے) اور ہمارے پاس کھانے کو نہیں ہے (کیونکہ ہر شخص صاحب نصاب و مقدور نہیں ہے) آپ کو پناہ دینے کی وجہ سے سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے اور سب ہمارے خون کے پیاسے ہوگئے۔ ان کا آنا تو ہمارے لئے (بظاہر) زحمت اور مصیبت بن گیا۔ کعب ان کلمات کو آنحضرت کی شکایت اور نکتہ چینی سمجھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ابھی کیا ہوا اس سے زیادہ پریشانی اٹھاؤ گے اور اُس سے خود اُکتا جاؤ گے۔ ان لوگوں نے کہا ہم ان کا ساتھ چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اُن کے مشن کا کیا حشر اور انجام ہوتا ہے۔ ہم تم سے قرض لینے آئے ہیں۔ کعب نے کہا اچھا قرض کے لئے اپنی عورتوں کو رہن رکھدو۔ محمد بن مسلمہ وغیرہ نے کہا تمہارے حسن و جمال کی وجہ سے ہم کو اپنی بیویوں پر اعتماد اور اُن کی وفاداری کا یقین نہیں ہے۔ اُس نے کہا اچھا اپنے بچوں کو گرو رکھو۔ انہوں نے کہا اس سے تو تمام عرب میں ہماری بدنامی ہوگی۔ یہ ہمارے بچوں کے لئے سخت ننگ و عار کا باعث ہوگا۔ ہم اپنے ہتھیار گرو رکھیں گے اور تم جانتے ہو آجکل ہتھیار کی کیسی ضرورت ہے۔ یہ لوگ ایک معین تاریخ کا وعدہ لے کر واپس چلے آئے اور تاریخ معینہ پر رات کو کعب کے پاس گئے۔ محمد بن مسلمہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہدیا تھا کہ میں اس کے سر کے بال سونگھونگا اور جب دیکھو کہ میں نے اس پر پورا قابو پا لیا ہے۔ تو تلوار سے اس کا کام تمام کر دینا۔ ان لوگوں نے کعب کو آواز دے کر قلعہ سے باہر بلایا۔ کعب نے نئی شادی کی تھی۔ خوشبو سے معطر ہو رہا تھا۔ ان لوگوں نے اس کے سر کے بال سونگھنے کی خواہش ظاہر کی اُس نے سر جھکا دیا۔ اور کہا میرے نکاح میں عرب کی معطر ترین جمیل و حسین عورت ہے۔ ان لوگوں نے قابو پا کر اس کو قتل کر دیا اور سر کاٹ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا۔ آپ بے حد مسرور ہوئے صبح کو یہود آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آج رات میں ہمارے سردار کو خفیہ طور پر مار ڈالا گیا۔ آپ نے اُس کی شرارتیں اور غداریاں اُن پر ظاہر کیں تو وہ خاموش ہوگئے۔"

اس قدرے مفصل واقعہ سے چند حقائق سامنے آگئے۔

(۱) کعب نے نقض عہد کیا (۲) قریش مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برانگیختہ کیا (۳) آپ کی اور عام مسلمانوں کی علانیہ ہجو کی (۴) مسلم مستورات کی عزت و آبرو پر ناپاک حملے کئے (۵) آپ کو قتل کرا دینے کی سازش کی (۶) آپ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں علی الاعلان اُس سے اور اُس کی قوم سے لڑائی کرنے کے بجائے بلطائف الحیل اُس کو قتل کرا دیا تاکہ اس فتنہ گر اور مفسد کا فتنہ و فساد ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اور اُس کی پوری قوم سے تعرض نہیں فرمایا کہ وہ لوگ اُس کے تابع تھے اور اصل سرغنہ یہی تھا۔

واقعہ قتل ابورافع سلاّم بن ابی الحُقَیق رمضان ۶ھ

ماخوذ از صحیح بخاری و فتح الباری و طبقات ابن سعد و سیرۃ حلبیہ و دیگر کتب سیر و مغازی

ابو رافع سلاّم یہودی خیبر کے ایک قلعہ میں رہتا تھا اور رئیس التجار و تاجر الحجاز کے لقب سے مشہور تھا یہ بھی آنحضرت کو بے حد اذیتیں پہنچاتا تھا۔ غطفان اور دوسرے قبیلوں کو آنحضرت سے جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا تھا اور بے شمار مال و دولت سے ان کی آپ کے خلاف جنگ میں مدد کی تھی غزوۂ خندق کے موقعہ پر عرب کے بڑے بڑے مشہور قبائل کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اسی نے ابھارا تھا۔ اس کی ان فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے چند خزرجی انصاریوں کی خواہش پر آپ نے عبداللہ بن عتیک انصاری وغیرہ پانچ چھ آدمیوں کو اس کے قتل کرنے کے لئے بھیجا اور یہ حکم دیا کہ کسی عورت اور بچے کو ہرگز نہ قتل کرنا۔ یہ لوگ شام کو خیبر گئے۔ عبداللہ یہودیوں کی زبان سے واقف تھے۔ ساتھیوں کو قلعہ سے باہر رہنے کا حکم دیا اور خود قلعہ میں داخل ہو گئے۔ جب رات زیادہ گذر گئی اور سلاّم کے مصاحب اپنے اپنے گھروں اور گھروں میں چلے گئے اور وہ اپنے بالاخانہ میں کواڑ بند کر کے بیوی بچوں کے ساتھ سو رہا تو عبداللہ نے اس کے بالاخانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سلاّم کی بیوی نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس کی بیوی نے سلاّم سے کہا یہ آواز عبداللہ بن عتیک کی ہے۔ سلاّم نے کہا۔ پاگل ہو گئی ہے۔ اس وقت یہاں عبداللہ بن عتیک کیسے پہنچے گا۔ بہرکیف عبداللہ نے ہدیہ دینے کے حیلہ سے دروازہ کھلوایا۔ سلاّم کی بیوی نے دروازہ کھول دیا۔ یہ کمرہ میں داخل ہو گئے اور اندر سے تالا لگا دیا کمرہ تاریک تھا۔ سلاّم کو پکارا اور اس کا جواب سن کر آواز کی سمت بڑھے اور قریب پہنچ کر اس پر تلوار سے وار کیا لیکن حملہ ناکام رہا یہ چھپ گئے۔ اور چند لمحے کے بعد آواز بدل کر فریادرس کی صورت میں قریب آئے اور کہا ابو رافع کیا بات ہے۔ اُس نے کہا کسی نے تلوار سے مجھ پر حملہ کر دیا یہ آواز کی سمت بڑھے اور اس پر دوسرا حملہ کیا۔ یہ حملہ بھی ناکام رہا پھر

چھپ گئے اور چند لمحوں کے بعد قریب آکر تیسرا حملہ کر دیا اور اس دفعہ اس کو ختم کر دیا۔ بالاخانہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ چاندنی رات تھی۔ زینہ سے اُترتے ہوئے انہوں نے سمجھا زمین تک پہنچ گیا ہوں لیکن ابھی بہت اوپر تھے وہاں سے زمین پر گر پڑے۔ پاؤں ٹوٹ گیا۔ لیکن اس قتل کی خوشی میں ابتداء میں تکلیف نہیں محسوس ہوئی۔ صبح کو جب زخم ٹھنڈا ہوا تو راستہ چلتے ہوئے تکلیف محسوس ہوئی آنحضرت کی خدمت میں پہنچ کر مژدہ سنایا۔ اور تکلیف ظاہر کی۔ آپ نے لعاب دہن لگایا۔ پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ اور تکلیف و کرب جاتا رہا۔ یہودیوں نے تعاقب کیا لیکن یہ لوگ دوسرے راستہ سے محفوظ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

اس واقعہ سے بھی چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

(۱) ابورافع نے نقض عہد کیا (۲) آنحضرت کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔ عام مشرکین اور قریش مکہ سے بہت زیادہ (۳) مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کو برانگیختہ کرتا تھا (۴) ان کی مالی امداد کی تاکہ سامان رسد کی قلت نہ ہو (۵) غزوۂ احزاب یعنی خندق کی لڑائی کا یہ بہت بڑا سبب تھا۔ (۶) اعلان جنگ کر کے میدانِ جنگ میں اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کی بجائے چند جاں نثاروں کو بھیج کر اُس کو قتل کرا دیا گیا تاکہ فتنہ کی جڑ کٹ جائے۔

دونوں واقعوں کے سامنے آجانے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ "تاریخ اسلام" میں ان واقعات کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے قطعاً صحیح اور درست ہے۔ یہ واقعے صرف تاریخی ہی نہیں ہیں بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی مروی ہیں جن کی روایات میں شبہ اور کلام کی گنجائش ہی نہیں کما لایخفیٰ علی اصحاب الحدیث

حدیث اور کتب حدیث کے متعلق طلوع اسلام کے تنقید نگار کا عقیدہ

"طلوعِ اسلام" کی تنقید کی حقیقت اور اس کے اعتراض کا جواب دینے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ تنقید نگار کا عقیدہ اور مذہب و مسلک بابت کتبِ حدیث بیان کر دیا جائے۔

(۱) جہاں تک مجھے معلوم ہے تنقید نگار کے نزدیک حجت شرعی صرف قرآن کریم ہے یعنی شرعی حکم صرف قرآن سے ثابت ہو سکتا ہے۔ حدیث سے جب تک متواتر نہ ہو جس کی تعداد اُس کے خیال میں دو تین سے زائد نہیں ہے کوئی شرعی حکم نہیں ثابت کیا جا سکتا یا یوں کہیئے کسی چیز کی حلت و حرمت، جواز و عدم جواز، امر و نہی محض قرآن سے ثابت ہو سکتی ہے اور مسلمان پر صرف قرآن کی اطاعت ضروری ہے اور وہ اُسی کا مکلّف ہے حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث حجت شرعی اور دین نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) قرآن کی تفسیر حدیث سے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اوسکی تفسیر کیلئے قواعد عربیہ اور عقل و درایت کافی ہے

(۳) قرآن تیسرے امر نہی کے بیان سے خاموش ہے اور اس نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ وہ حدیث سے نہیں ثابت کیا جا سکتا پس جو حکم قرآن میں مذکور نہ ہو لیکن حدیث میں موجود ہو ہم اس کے پابند نہیں ہو سکتے۔ (ان امور کی وجہ سے تنقید نگار کو اگر اہل قرآن کہا جائے اور عدم حجیتِ حدیث بلکہ انکار حدیث کی وجہ سے اس مسئلہ میں خوارج کا ہمخیال ہونے کے سبب اسکو خارجی کہا جائے تو غالباً بے موقع نہیں ہوگا)۔

(۴) روایاتِ حدیثیہ کی صحت معلوم کرنے کیلئے راویوں کی عدالت و ثقاہت ضبط و اتقان سے بحث کرنے سے پہلے ان روایتوں کو عقل و درایت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے اگر عقل کے موافق ہونگی تو صحیح سمجھکر قبول کر لی جائیں گی مگر حکم شرعی اب بھی ان سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر خلافِ عقل ہونگی تو مکذوب اور مکروہ ہونگی اور راویوں کی دسیسہ کاری پر محمول کی جائیں گی خواہ وہ رواۃ محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک کتنے بڑے سچے اور ثقہ ضابط و عادل صاحب مروءۃ و تقویٰ کیوں نہ ہوں۔

تنقید کی تشریح اور تجزیہ

اب ہم اپنے الفاظ میں تنقید کی تشریح کرتے ہیں تاکہ تنقید نگار کا مقصد واضح ہو جائے اور جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) یہ روایتیں جن میں یہ دونوں واقعے بیان کئے گئے ہیں بحیثیتِ فن روایت صحیح ہیں ان میں کلام صرف عقل و درایت کی رو سے ہے یعنی تنقید نگار ان واقعات کو محض عقل و درایت کی رو سے غلط قرار دیتا ہے اور صاحب "تاریخ اسلام" کو تنقیدی عقل سے عاری سمجھتا ہے۔

(۲) یہ روایتیں عقل و درایت کے خلاف اس لیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے مخالفین کو مخفی طور پر قتل کرانے کا الزام قائم ہوتا ہے۔ نبی کا اپنے مخالف کو خفیہ قتل کرانا عقلاً سخت معیوب ہے اور شانِ نبوت کے خلاف ہے اسلئے یہ روایتیں مکذوب اور مکروہ ہیں۔

(۳) اس صورت میں مناسب بلکہ حق یہ تھا کہ آپ کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق سے جنگ کا اعلان کرتے اور میدانِ جنگ میں لڑائی کر کے ان دونوں کو قتل کراتے بلطائف الحیل قتل کرانا شانِ نبی سے بعید ہے۔

(۴) قرآن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ نبی اپنے مخالفین اور اپنے دشمنوں کو مخفی طور پر قتل کرادے یعنی قرآن اس کے بارے میں خاموش ہے اور حدیث سے یہ چیز ثابت نہیں کی جا سکتی اسلئے بھی یہ واقعات غلط ہیں۔

(۵) صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب سیر و مغازی کے راویوں اور مصنفین نے سلاطینِ بنی امیہ اور بنو عباس کی حمایت میں واقعات گھڑ لئے ہیں تاکہ ان سلاطین و ملوک کو اپنے فعل کے جواز کی سند اور دلیل مل جائے بنا بریں ان واقعات میں قتل کے جو اسباب و علل بیان کئے گئے ہیں وہ بھی گھڑ لئے گئے ہیں

تنقید کی تنقید اور اس کا بچند وجوہ جواب

اوّل۔ کسی روایت یا کسی شرعی حکم کی صحت کیلئے عقل کو معیار قرار دینا اور محض درایت پر اعتماد کرنا غلط ہے کیونکہ عقلِ انسانی بے حد متفاوت المراتب و مختلف الدرجات ہے حتیٰ کہ ایک ہی شخص کی عقل مختلف زمانوں میں متفاوت ہوتی ہے ایسی صورت میں صحتِ روایت کی کسوٹی کس شخص کی اور کس درجہ کی عقل قرار دی جائے گی؟ جبکہ ایک عقل ایک چیز کو درست اور جائز بتاتی ہے اور دوسرے شخص کی عقل اسی چیز کو غلط اور مضر بتاتی ہے، یا ایک ہی واقعہ کو ایک شخص ایک زمانہ میں موافقِ عقل قرار دیتا ہے اور دوسرے زمانہ میں خلافِ عقل۔ مثلاً انہی دونوں واقعوں کو لیجئے کہ اب تک پوری امت ان کو عقلاً اور نقلاً درست سمجھتی رہی لیکن آج تنقید نگار کی عقل جو سکرٹریٹ میں طاغوتی حکومت کی ملازمت کی شکل میں جسم و روح عقل و دماغ ہاتھ و قلم فروخت کر دینے کو غالباً ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کے خلاف نہیں سمجھتی۔ ان دونوں واقعوں کو خلافِ شانِ نبوت یقین کرتی ہے۔

ہمارے نزدیک تو نبی کا اپنے دشمن کو جو اس کے خفیہ قتل کرا دینے کا قصد کر چکا ہو مخفی تدبیروں سے قتل کرا کر فتنہ کی جڑ کو کاٹ دینا نہ خلافِ عقل ہے نہ شانِ نبوت سے بعید اور اس کے منافی۔ پھر اگر عقل ہی معیارِ صحت ہے تو بہت سے قرآنی احکام جو ہماری عقلوں سے بالاتر اور مخالفِ درایت ہیں قلمزد کرنے پڑیں گے۔ قرآن کہتا ہے۔ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ کیا بڑے بھائی کی ڈاڑھی نوچنی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا موافقِ عقل اور موافق شانِ نبوت ہے؟ اور کیا اللہ کے کان اور آنکھ ہے؟ اور کیا وہ مجسم و محدود متناہی و متحیز ہے؟ اور کیا خضرؑ کا ایک نابالغ بچہ کو متوقع اور موہوم امر کی وجہ سے قتل کر ڈالنا عین شانِ نبوت یا ولایت ہے؟۔ اور کیا مابعد الموت قیامت کے واقعات اور قرآن کی بیان کردہ تفصیلات کو ہر کس و ناکس کی عقل قبول کر لیتی ہے؟ وغیر ذلک۔

دوم:۔ قرآن فرماتا ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ اور فرمایا وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ اگر آنحضرتؐ نے فتنہ و فساد ختم کرنے کیلئے کعب اور ابو رافع کو قتل کرا دیا تو یہ تو حکمِ قرآنی کی تعمیل ہوئی اور فرمایا اقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم اگر ابو رافع اور کعب کو نقضِ عہد کے باعث حربی ہو جانے کی

صورت میں قتل کردیا گیا تو یہ تو حکم ربانی کی تعمیل ہوئی۔

سوم:۔ تنقید نگار کبھی تو اپنے مخالف کو بلطائف الحیل قتل کرانا خلاف عقل و منافی شانِ نبوت سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اعلانِ جنگ کر کے علانیہ لڑائی میں قتل کرنا چاہئے اور کبھی نفسِ قتل کرا دینے ہی کو معیوب اور بعید از شانِ نبی سمجھتا ہے کیونکہ اسکو سلام ابو رافع کے قتل کرا دینے پر بھی اعتراض ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا قتل بلطائف الحیل نہیں ہوا تھا لیکن یہی تنقید نگار آج جس چیز کو خلافِ عقل اور خلاف شانِ نبوت قرار دیتا ہے اس کا شیخ اٹھارہ برس پہلے اسی کو صحیح اور عین شانِ نبوت بتا اور لکھ چکا ہے۔ چنانچہ سرگروہ اہلِ قرآن حافظ اسلم جیراجپوری استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی لکھتے ہیں۔

"چونکہ اسلام کی ترقی سے یہود کا دنیاوی اثر اور اقتدار نیز ان کی دینی عظمت کا سکہ اٹھتا جاتا تھا اسلئے کعب مسلمانوں کا سخت دشمن تھا جنگِ بدر کے بعد اس نے مکہ معظمہ میں جاکر کشتگانِ بدر کے درد ناک مرثیے بنا کر نے اور قریش کو مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے آمادہ کیا وہاں سے آکر اپنے اشعار میں مسلمانوں کی ہجو اور بے حرمتی کرنے لگا اور درپردہ اس فکر میں پڑا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دے۔ آنحضرتؐ کو ان باتوں کی اطلاع ہوتی رہتی تھی اس وجہ سے رات کو باہر کم نکلتے تھے اس کی فتنہ انگیزیوں سے مجبور ہوکر ربیع الاول ۳ھ میں محمد بن مسلمہ کو مع دو صحابیوں کے بھیجا انھوں نے جاکر اسکو قتل کر دیا۔" (تاریخ الامت ج ۱ ص ۱۰۰)

غور کیجئے ۱۳۵۳ھ میں جو واقعہ صحیح اور موافق عقل تھا اور اس کے اسباب بھی نفس الامری اور واقعی تھے ۱۳۷۵ھ میں غلط اور مکذوب مکروہ خلاف عقل اور منافی شانِ نبی ہو جاتا ہے اور راویوں کی وسیسہ کاری کا نتیجہ بن جاتا ہے اور اس کے اسباب و علل راویوں کی من گھڑت باتیں ہو جاتی ہیں۔ ایں چہ بوالعجبی است تاریخ الامت میں سلام ابو رافع کا واقعہ مذکور نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ الامت "تاریخ الامم الاسلامیہ" للعلامہ الخضری کا مختصر ترجمہ یا اسی سے ماخوذ ہے اور اس میں بہت سے غزوات و سرایا مذکور نہیں ہیں اسلئے صاحب تاریخ الامت نے بھی ان غزوات و سرایا کو چھوڑ دیا ہے۔

چہارم:۔ ان دونوں واقعوں کے راویوں (جن کا جھوٹ بولنا کبھی ثابت نہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک نہایت سچے ثقہ اور صاحب تقوی و دیانت ہیں) کی طرف بلاوجہ و سند جھوٹ کی نسبت کرنی اور ان واقعوں کو انکی وسیسہ کاری بتانا سخت ظلم اور جہالت ہے۔ حدیث کے موضوع و مختلق ہونے کے جو قرائن و علامات محدثین نے بتائے ہیں یہاں ان میں سے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہیں ہے

ملاحظہ ہو از صفحہ ۹۹ تا صفحہ ۱۰۱ موضوعات ملا علی قاری و قواعد التحدیث اور جن بعض محدثین ابن الجوزی، خطیب بغدادی نے عقل و درایت کا اعتبار کیا ہے انکا مقصد یہ ہے کہ واقعہ تمام عقول سلیمہ کے خلاف نہ ہو صرف ایک آدھ عقل کے نزدیک خلاف ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا اور درایت و عقل کی طرف مراجعت بھی اس وقت ہوگی جب روایت سنداً کمزور ہو۔

پنجم۔ قرآن (وحی متلو) کے علاوہ حدیث (وحی غیر متلو) کے حجت شرعی ہونے پر بجز خوارج و اہلِ قرآن کے ساری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ کوئی صحابی اور تابعی اس کا مخالف نہیں ہے۔ صحابہ برابر حدیث سے مسائل و احکام کا استخراج کرتے تھے۔ حجیت حدیث پر بے شمار حدیثی دلائل کے علاوہ قرآنی آیات بھی بکثرت موجود ہیں۔ اجمالاً چند آیات ذکر کردی جاتی ہیں۔ استدلال کی کیفیت اور طریق استدلال کی توضیح و تشریح کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

(۱) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ۔ (۲) ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ (۳) فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک الایۃ (۴) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۵) فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (۶) یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الایۃ (۷) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون (۸) ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا الایۃ (۹) سیقول السفھاء من الناس ما ولھم الایۃ (۱۰) وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔

حدیث کے حجت شرعی اور واجب العمل ہو جانے کے بعد ان دونوں واقعوں کے صحیح ہونے میں اور نبی کے اپنے خون کے پیاسے دشمن کے خفیہ قتل کرا دینے کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

ششم۔ اگر نبی کا اپنے مخالفین سے میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنا اگرچہ مدافعانہ ہی اور دشمنوں کے قافلۂ تجارت سے تعرض کرنا معیوب اور خلافِ انسانیت و منافی شان رحمۃ للعالمینی نہیں ہے تو فتنہ و فساد کے سرغنوں کی زندگیوں کو ختم کرا دینا بھی تاکہ مخلوق خدا چین و امن سے زندگی گذارے منافی شانِ نبوت نہیں ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ سن کر آپ نے مکہ والوں سے ان کے خون کا انتقام لینے کے لئے شرکاء صلح حدیبیہ سے بیعت لی اگر ایک آدمی کے خون کا بدلہ لینے کیلئے پورے مکہ والوں سے لڑائی ٹھان لینی عقل کے موافق ہے تو اپنی جان کے اور مسلمانوں کے دشمن کو قتل کرا دینا بھی موافق عقل ہے۔

هفتم :- ("النبی الخاتم" کے مصنف کی عبارت ہیں) یہی یہودی جن کا خون ہر زمانہ اور ہر ملک میں تقریباً ہر صدی میں ارزاں رہا ہے اور اب تک ہے (اور آیندہ بھی رہے گا جیسا کہ ارشاد ہے وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ (اعراف مصحح)) جب خون کے مستحق ہو چکے تھے ہر اعتبار سے ہو چکے تھے لیکن ان کے ہزاروں کے خون کو صرف کعب بن اشرف اور رافع بن حقیق دو ہی آدمیوں کے خون سے کیوں محفوظ کر دیا گیا۔ بہت بڑا خیر وہ شر ہے جس کے ذریعہ سے کسی عظیم و جلیل شر کا سد باب ہوتا ہو۔ قصاص میں زندگی ہے آخر اس قانون میں کیا ہے۔ بلاشبہ ان دونوں کی موت میں ان تمام یہودیوں کی زندگی کی ضمانت تھی جو ان کے بعد زندہ رہے۔ پھلے پھولے ورنہ جو منصوبہ ان دونوں نے پکایا تھا اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عرب سے یہودیوں کا اسی وقت نام و نشان جاتا رہتا جیسا کہ ہمیشہ اسی قسم کے بدباطن یہودیوں نے اپنی قوم میں ہر ملک میں ہر زمانہ میں زندگی تلخ کی ہے جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ بنی قریظہ کی چھوٹی جماعت اگرچہ ان ہی کی شریعت ان ہی کے حکم سے مٹائی گئی لیکن اسی کے ساتھ کیا اس چھوٹی جماعت کی موت میں عرب کے سارے یہودیوں کی زندگی مستور نہ تھی سنگدل اور ظالم ہے وہ جراح جس نے ایک انگلی کے لئے پورے جسم کو سڑنے دیا۔ (ص ۱۷۰)

فتاوی۔ (بقیہ صفحہ ۲۴)

وقال العلامة الشوکانی فی الدرر البهیة ان کان الترک عمدا لا لعذر فدین الله تعالی احق ان یقضی قال العلامة البوفالی فی الروضة الندیة قد اختلف اهل العلم فی قضاء الفوائت المتروکة لا لعذر فذهب الجمهور الی وجوب القضاء وذهب داؤد الظاهری وابن حزم وبعض اصحاب الشافعی الی انه لا قضاء علی العامد غیر المعذور بل قد باء باثم ما ترکه من الصلوة انتهی۔ امام ابن حزم نے محلی میں قائلین وجوب قضا کے خلاف جو اعتراضات اور دلائل پیش کئے ہیں ان سے اطمینان قلب اور تشفی نہیں ہوتی۔ ولعل الله یحدث بعد ذلک امرا۔ چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا متفرق کرکے رکھے یا پے در پے لگاتار بغیر تفریق کے دونوں طرح جائز ہے۔ قضا نماز کی یہ صورت ہے کہ روزانہ ہر وقتی فرض نماز ادا کرنے سے پہلے یا بعد میں چھوڑی ہوئی فرض نماز قضا کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔